



## سوال

(222) مولفۃ القلوب کی تحقیق۔

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآن میں زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں، ان میں سے ایک مصرف مولفۃ القلوب ہے، اس مصرف میں کس قسم کے لوگ آتے ہیں؟ کیا یہ مصرف اب بھی باقی ہے، یا آنحضرت ﷺ کے بعد ختم ہو چکا؟ نیز اس مصرف میں کفار بھی داخل ہیں یا نہیں۔؟

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

تالیف قلب کی معنی ہیں، دل موہنا اس حکم کا مقصد عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں، اور مال دے کر ان کے جوش عادت کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہو، اور وہ مسلمانوں کے مددگار بن سکتے ہوں یا جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں، اور ان کی سابقہ عداوت یا کمزوریاں دیکھتے ہوئے امیدیں ہو کہ اگر ان کی مالی مدد نہ کی گئی، تو پھر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے، یا جو

لوگ خود تو کچھ مسلمان ہوں، مگر ان کی قوم کو ان کے ذریعہ ہدایت پر لانا اور پختہ کرنا مقصود ہو یا غیر مسلموں میں ایسے لوگ ہوں جن کے بارے میں تجربہ ہو کہ یہ لوگ نہ تعلیم و تبلیغ سے متاثر ہوں گے، آنحضرت ﷺ ان مذکورہ مقاصد کے لیے ہر وہ تدبیر کرتے ہیں، جس سے یہ لوگ متاثر ہو سکیں، یہ سب قسمیں عام طور پر مولفۃ القلوب میں داخل سمجھی جاتی ہیں، جن کو صدقات کا چوتھا مصرف سورۃ توبہ میں قرار دیا گیا ہے۔ (فقہ الزکوٰۃ ص ۵۹۵ ج ۲)

یہ امر تو مستحق علیہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ مبارک میں بہت سے لوگوں کو بطور تالیف قبل عطیہ دیے گئے، لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ آپ کے بعد بھی یہ مدد باقی رہی یا ختم ہو گئی؟ اس میں علماء کے تین مسلک ہیں۔

۱... پہلا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کہ اسلام کو مادی قوت بھی حاصل ہو گئی، اور کفار کے شر سے بچنے یا تو مسلمانوں کو اسلام پر پختہ کرنے کے لیے اس طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی تو وہ علت اور مصلحت ختم ہو گئی، اس لیے ان کا حصہ بھی ختم ہو گیا، لہذا اب مولفۃ القلوب کو کچھ نہیں دیتا ہے، یہ رائے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی ہے، نیز حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی یہی مقول منسوب ہے، (فتح القدیر للشوکانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۳ ج ۲ ہدایہ ص ۱۸۲ ج الزکوٰۃ ص ۶۰۰ ج ۲)

ان حضرات کا استدلال اس واقعہ سے ہے کہ نبی ﷺ کی رحلت کے بعد عینیہ بن حصن اور اقرع بن حابس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے ایک زمین آپ سے طلب کی۔ آپ نے ان کو عطیہ کا فرمان لکھ دیا، انہوں نے چاہا کہ مزید پختگی کے لیے دوسرے اعیان صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس فرمان پر گواہیاں ثبت کر دیں، چنانچہ گواہیاں بھی ہو گئیں، مگر جب یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گواہی

کے لیے گئے تو انہوں نے فرمان پڑھ کر اسے ان کی آنکھوں کے سامنے چاک کر دیا، اور ان سے کہا کہ بے شک نبی ﷺ تم لوگوں کی تالیف قلب کے لیے تمہیں دیا کرتے تھے، مگر وہ اسلام کی کمزوری کا زمانہ تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تم جیسے لوگوں سے بے نیاز کر دیا ہے، اس پر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے کر آئے، اور آپ کو طعنہ بھی دیا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر رضی اللہ عنہ؟ لیکن نہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے اس کا کوئی نوٹس لیا، اور نہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہی کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے اختلاف کیا۔ (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۰ جلد نمبر ۲ بدائع الصنائع ص ۲۵۵ ج ۲۔ فقہ السنہ ص ۳۸۹ جلد نمبر ۱)

مذکورہ واقعہ سے حنفیہ اور بعض مالکیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ جب مسلمان کثیر التعداد ہو گئے، اور ان کو یہ طاقت حاصل ہو گئی کہ اپنے بل بوتے پر کھڑے ہو سکیں، تو وہ سبب باقی نہ رہا جس کی وجہ سے ابتدائی مؤلفات القلوب کا حصہ رکھا گیا تھا، اس لیے باجماع صحابہ یہ ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو گیا (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۰ ج ۲) رد المحتار (ج ۲ ص ۸۲) میں ہے کہ جس علت کی بنا پر اس حکم کا اجراء ہوا تھا، وہ علت جب زائل ہو گئی تو اس پر مرتب ہونے والا حکم بھی ختم ہو گیا۔

### احناف کے دلائل کا جائزہ

لیکن حقیقت یہ ہے کہ دلائل کے لحاظ سے یہ مسلک کمزور ہے، اور اجماع صحابہ اور نسخ کا دعویٰ غیر صحیح ہے۔ چنانچہ مشہور محقق شیخ یوسف القرضاوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

((والحق ان کلا الامرین غیر صحیح فالنسخ لم یقع والحاجۃ الی تالیف القلوب لم یقطع اما دعویٰ النسخ بفعل عمر رضی اللہ عنہ فلیس فیہ ادنیٰ دلیل فان عمر رضی اللہ عنہ انما حرم قوماً من الزکوٰۃ کانوا فی عہد رسول اللہ ﷺ ورآی انہ لم یعدہنک حاجباً لیضمہم وقد اعز اللہ الاسلام واغنی عنہم ولم یجاءر زالفاروق الصواب فیما منخ فان التالیف لیس وضاعاً بتادما ولا کل من کان مزلفاً فی عصر یظلل مؤلفانی غیرہ من العصور)) (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۱ ج ۲)

”امروا یہ ہے کہ احناف کی دونوں دلیلیں صحیح نہیں ہیں، نہ نسخ واقع ہوا ہے، اور نہ ہی تالیف قلب کی علت منقطع ہوئی ہے، فعل فاروق رضی اللہ عنہ سے نسخ کا دعویٰ، اس بنا پر صحیح نہیں ہے کہ اس میں مذکورہ دعویٰ کے لیے کوئی ادنیٰ دلیل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمان لوگوں کو اس وقت حصہ سے محروم کیا تھا، جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک سے وظیفہ جاری رکھنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی، اس بنا پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا اس میں راہ حق سے سرموانحراف نہیں کیا، کیونکہ تالیف قلوب کا حصہ دائمی نہیں ہے، اور نہ ہی یہ بات ہے کہ جو شخص ایک وقت تالیف قلب کا مستحق ہے، وہ ہر وقت ہی مستحق رہے۔“

لہذا اگر اسلامی حکومت تالیف قلب کے لیے مال صرف کرنے کی ضرورت نہ سمجھتی ہو تو کسی نے اس پر فرض نہیں کیا ہے کہ ضرور ہی اس میں کچھ نہ کچھ صرف کرے، لیکن اگر کسی وقت اس کی ضرورت محسوس ہو تو اللہ نے اس کے لیے گنجائش رکھی ہے، اسے باقی رہنا چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع جس امر پر ہوا تھا، وہ صرف یہ تھا کہ ان کے زمانہ میں جو حالات تھے، ان میں تالیف قلب کے لیے کسی کو کچھ دینے کی وہ حضرات ضرورت محسوس نہ کرتے تھے، اس لیے یہ نتیجہ نکلنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع نے اس کو قیامت تک کے لیے ساقط کر دیا، جو قرآن میں بعض اہم مصالح دینی کے لیے رکھی گئی تھی۔

### دوسرا مسلک:

یہ ہے کہ مؤلفات القلوب کا حصہ منسوخ نہیں ہوا، اب بھی باقی ہے، لیکن اس مد سے صرف فاسق مسلمانوں کی تالیف کی جا سکتی ہے کفار کی نہیں، یہ رائے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر ائمہ کی ہے۔ (فقہ السنہ ص ۲۹۰ ج ۱، فقہ الزکوٰۃ ص ۵۹۷ ج ۲)

ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ تالیف قلب کے لیے کفار کو مال زکوٰۃ دینا آنحضرت ﷺ کے فعل سے ثابت نہیں ہے، جتنے واقعات حدیث میں ہم کو ملتے ہیں، ان سب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کفار کو تالیف قلب کے لیے جو کچھ مال دیا وہ مال غنیمت سے دیا کہ مال زکوٰۃ سے (فقہ الزکوٰۃ ص ۵۹۷ ج ۲)

امام قرظبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ان سب لوگوں کے نام بالفعل گنائے ہیں، جن کو نبی ﷺ نے دیکھنے کے لیے صدقات سے حصہ دیا ہے، پھر بعد میں لکھتے ہیں:

((لم یشک ان النبی ﷺ اعطی احداً من الکفار لالیاف شیئاً من الزکوٰۃ)) (تفسیر مظہری)

”یعنی یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی کافر کو مال زکوٰۃ میں سے اس کی دیکھنے کے لیے حصہ دیا ہو۔“

قاضی صاحب کی تائید امام زمخشری کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مصارف

صدقات کا بیان یہاں ان کفار و منافقین کے جواب میں آیا ہے، جو رسول اللہ ﷺ پر تقسیم صدقات کے بارے میں اعتراض کرتے تھے، کہ ہم کو صدقات نہیں دینیے۔ اس آیت میں مصارف صدقات کی تفصیل بیان فرمانے سے مقصد یہ ہے کہ ان

کو بتلادیا جائے کہ کافر کو کوئی حق مال صدقات میں نہیں ہے، اگر مؤلفہ القلوب میں کافر بھی داخل ہوتے تو اس جواب کی ضرورت نہ تھی۔ (تفسیر کشاف ص ۵۵۸ جلد نمبر ۱) صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت میں جو مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفوان بن امیہ کو کافر ہونے کے زمانہ میں کچھ عطیات دیئے تھے، تو اس کے متعلق امام نووی کے حوالہ سے تحریر فرمایا کہ یہ عطیات زکوٰۃ کے مال سے نہ تھے، بلکہ غزوہ حنین کے مال غنیمت کا جو خمس بیت المال میں داخل ہوا اس میں سے دینے گئے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ بیت المال کی اس مد سے مسلم و غیر مسلم دونوں پر خرچ کرنا سب کے نزدیک جائز ہے، پھر فرمایا کہ امام بیہقی ابن سیدنا الناس۔ امام ابن کثیر وغیر ہم سب نے یہی قرار دیا ہے کہ یہ عطا مال زکوٰۃ سے نہ تھی، بلکہ خمس غنیمت سے تھی۔ (تفسیر مظہری)

۲ عام صدقات :

زکوٰۃ کے علاوہ عام صدقات کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، وہ مسلم غیر مسلم دونوں طرح کے لوگوں کو دینے جاسکتے ہیں، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے، ((تَصَدَّقُوا عَلٰی اَهْلِ الْاِيْمَانِ كُلِّهَا)) (مصنف ابن ابی شیبہ) یعنی ”ہر مذہب والے پر صدقہ کرو۔“ لیکن صدقہ زکوٰۃ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجے وقت یہ ہدایت فرمائی تھی کہ ((تَوَاعِدُ مِنْ اَغْنِيَاءِ نَحْمُ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَاءِ هَمِّ)) (صحیح بخاری ص ۱۸۷ جلد نمبر ۱) ”مال زکوٰۃ صرف مسلمانوں کے اغنیاء سے ہی لیا جائے، اور انہی کے فقراء پر صرف کیا جائے۔“ صحیح بخاری کی اس حدیث کی تشریح میں علامہ قسطلانی رقم طراز ہیں :

((والاضافة في قوله فقرا نحم تفيد منع صرف الزكاة للكافر)) (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ص ۳ ج ۳) یعنی ”حدیث میں لفظ فقراء کی جو اضافت مسلمانوں کی طرف کی گئی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ کافر کو زکوٰۃ دینی منع ہے۔“ اور حافظ ابن حجر رضی اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ((ان الزكاة لا تدفع الى الكافر لعود الضمير في فقرا نحم الى المسلمين)) (فتح الباری ۱۰۳ ج ۳) ”مال زکوٰۃ سے کافر کو ہرگز نہ دیا جائے، کیونکہ حدیث میں فقرا نحم کی ضمیر مسلمانوں کی طرف عود کرتی ہے۔“ مال زکوٰۃ سے کافر کی اعانت کے سلسلے میں بعض حضرات نے اس واقعہ اس استدلال کیا ہے، جو حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور ان کی ماں کے درمیان پیش آیا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی قتیلہ بنت عبد العزی کا فرہ تھیں اور ہجرت کے بعد مکہ ہی میں رہ گئیں تھیں، حضرت اسماء انہی کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب مدینہ اور مکہ کے درمیان آمد و رفت کا راستہ کھل گیا، تو وہ بیٹی سے ملنے کے لیے مدینہ آئیں، اور کچھ تحائف بھی لائیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اپنی روایت میں ہے کہ میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اپنی ماں سے مل لوں؟ اور کیا میں ان سے صلح رحمی بھی کر سکتی ہوں؟ حضور ﷺ نے جواب دیا ان سے صلح رحمی کرو۔ (صحیح بخاری ص ۲ ج ۸۸۳ مسلم ص ۳۲۲ ج ۱) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس واقعہ کی مزید تفصیل یہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ماں سے ملنے کا انکار کر دیا تھا، بعد میں جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اجازت مل گئی، تب وہ ان سے ملیں۔ (مسند احمد۔ ابن جریر) امام ابو داؤد نے اس حدیث پر یہ بات قائم کیا ہے، باب الصدقة علی اهل الذمۃ (ذمی کفار کو مال صدقات میں سے دینا) مگر اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ کو زکوٰۃ کے مال میں سے دیا تھا، انہوں نے جو اپنی والدہ سے صلح رحمی کی یا ان پر کچھ خرچ کیا تو وہ عام نوعیت کا صدقہ تھا۔ صدقہ زکوٰۃ نہ تھا، یہی بات علامہ محمود محمد خطاب السبکی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرمائی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں : ((فاما دفع الزكاة والواجبة اليها فلا يجوزها حق للمسلم لا تصرف لغيره المنخل الغضب المورود)) (شرح سنن ابی داؤد ص ۳۱۶ ج ۹) ”زکوٰۃ صرف مسلمانوں کا حق ہے، کسی غیر مسلم کو نہیں دی جاسکتی۔“

تیسرا مسلک :

یہ ہے کہ مؤلفہ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہے، اگر اس کی ضرورت پیش آجائے، تو پھر مسلم غیر مسلم دونوں طرح کے لوگوں کو دیا جاسکتا ہے، یہ مسلک بھی بہت سے ائمہ و فقہاء کا اختیار کردہ ہے، ہمارے نزدیک بھی اقرب الی الصواب یہی مسلک ہے، چنانچہ علامہ سید سابق مصری فرماتے ہیں :

((الظاهر جواز التالیف عند الحاجة اليه)) (فقہ السنۃ ص ۳۹۰ ج ۱)

”عند الضرورت مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہے۔“

علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

(ہذا هو الحق فی جملۃ) (تفسیر المنار ص ۵۷۷ ج ۱۰)

”حق بات یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب بھی موجود ہے۔“

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف

وامت برکات تم فرماتے ہیں :

(قد اختلف فی هذا العلم حل هو باق ام نسخ فالاکثرون علی الاول والحنفیۃ الی الثانی والحق البقاء) (التعلیقات السلفیۃ شرح نسائی ص ۲۹۳ ج ۱)

”یعنی مؤلفۃ القلوب کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حصہ اب بھی باقی ہے، یا منسوخ ہو گیا ہے، اکثر ائمہ دین کا خیال ہے کہ یہ حصہ اب بھی باقی ہے، صرف علماء احناف کا خیال ہے کہ منسوخ ہو چکا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ حصہ ابھی باقی ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔“

رہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تو وہ اس حد تک تو صحیح معلوم ہوتی ہے، کہ جب تک حکومت کے پاس دوسری مدات آمدنی سے کافی مال موجود ہو تو اسے تالیف قلب کی مدد پر زکوٰۃ کا مال صرف نہ کرنا چاہیے۔ لیکن جب زکوٰۃ کے مال سے اس کام میں مدولینے کی ضرورت پیش آ جائے، تو پھر یہ تفریق کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اسے فاسقوں پر صرف کیا جائے، اور کافروں پر نہ کیا جائے، اس لیے کہ قرآن میں مؤلفۃ القلوب کا جو حصہ رکھا گیا ہے، وہ ان کے ایمان کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ اس بنا پر ہے کہ اسلام کو لپٹنے مصالح کے لیے ان کی تالیف قلب مطلوب ہے، اور وہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ ان کی تالیف قلب صرف مال ہی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے، یہ حاجت اور صفت جہاں بھی متحقق ہو وہاں امام المسلمین بشرط ضرورت زکوٰۃ کا مال صرف کرنے کا ارزائے قرآن مجاز ہے، علامہ بوسفت القرضاوی فرماتے ہیں :

(اقول، واذا كانت کلمۃ ”المؤلفۃ قلوبہم“ تشتمل الکافر والمسلم ففیما دلیل علی جواز تالیف الکافر واعطائہ من الزکوٰۃ) (فقہ الزکوٰۃ ص ۵۹۷ ج ۲)

”یعنی المؤلفۃ قلوبہم کے الفاظ عام ہیں مسلمان اور کافروں میں شامل ہیں، لہذا اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے کافر کی تالیف کی جا سکتی ہے۔“

باقی رہی یہ بات کہ آنحضرت ﷺ نے اگر اس مد سے کفار کو کچھ نہیں دیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے پاس دوسری مدات کا مال موجود تھا، یہ بات نہیں تھی کہ آپ زکوٰۃ کے مال سے کفار کی تالیف قلب جائز نہیں سمجھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو آپ اس کی وضاحت فرما دیتے۔

حضرت علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یعنی :

(ولانفع الی ذمی وجوبی اللاتالیف) (کنز الیختار ص ۳۶)

”ذمی اور حربی کافر کو زکوٰۃ نہ دی جائے، ہاں تالیف قلب کے طور پر دی جا سکتی ہے۔“

اب یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زیر بحث مصرف کے سلسلے میں مال صرف کرنے کا حق رب المال کو لپٹنے طور پر حاصل یہ یا یہ حق صرف امام المسلمین کا ہے کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق جہاں چاہے صرف کرے، سو اس میں علماء کے دو مسلک ہیں، ایک مسلک تو یہ ہے کہ یہ حق صرف امام المسلمین کا ہے، ہر شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اپنے خیال کے مطابق جس کو چاہیے، تالیف قلب کے طور پر اپنی زکوٰۃ دے دے، مہمور امت کی یہی رائے ہے، علامہ بوسفت القرضاوی فرماتے ہیں :

(ان جواز التالیف وتقدیر الحاجہ بمرجعہ الی اولی الامر من المسلمین) (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۸)

”تالیف قلب اور اس کی ضرورت کا اندازہ لگانا یہ کام صرف مسلمانوں کے اولی الامر ہے (حکام) کا ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء میں اس کام کو سرانجام دیتے رہے ہیں، کیونکہ اس کا تعلق ہے بھی ملک کی داخلہ اور خارجہ پالیسی سے بدیں وجہ یہ کام ہر شخص کے کرنے کا نہیں ہے، لیکن اگر کسی ملک کا نظام اسلامی نہ ہو یا زکوٰۃ اکٹھی کرنے کا اہتمام حکومت نہ کرے، تو پھر ایسے حالات میں وہاں کوئی دینی جماعت اگر اس کام کو لپٹنے ہاتھ میں لے کر چلائے، تو بھی ٹھیک ہے، لیکن جہاں زکوٰۃ کے مال سے

کافر کی تالیف قبل کر سکتا ہے، یا نہیں اس سلسلے میں علامہ بوسفت القرضاوی فرماتے ہیں :

(الرأی عندی انه لا یجوز له ذلک الا اذا لم یجد مصرفاً آخر) (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۸ ج ۲)

”یعنی جب دوسرا کوئی مصرف موجود ہو تو پھر کافر کی تالیف قلب پر زکوٰۃ کو صرف کرنا جائز نہیں۔“

ایسی صورت میں میری رائے یہ ہے کہ مثال کے طور پر بعض وہ مسلمان جو غیر مسلم ممالک میں بستے ہیں، اور وہاں کوئی مسلمان آدمی زکوٰۃ کا مستحق نہ ملے، اور وہاں بعض غیر مسلموں

